روایات میں لفظ سُنّۃٌ کا تشریعی تعیّن

ڈاکٹر عرفان خالد ڈِھلّوں*

اسلامی ادب بالخصوص علم حدیث اور علم فقہ میں لفظ سُـــنَّۃٌ ایک خاص اہمیت کا حامل لفظ ہے۔ اس کے معنی وحکم کے اثرات ایک مسلمان کی دنیوی زندگی میں فلاح اور اخروی حیات میں نجات پر مرتب ہوتے ہیں۔ احادیث میں راویوں نے یہ لفظ متعدد بار استعمال کیا ہے۔ انہوں نے کبھی اس کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور کبھی یہ لفظ بغیر کسی اضافت کے اور مطلق استعمال ہوا ہے۔ وہ ''سنّت'' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اور وہ ''سنّت'' جس کی اضافت غیر نبی کی طرف ہو، تشریعی اعتبار سے ان دونوں کے مقام ومرتبہ میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ''سنّت'' کے معنی ومراد اور اس کی نسبت واضافت کے تعیّن سے اس کا حکم متعیّن ہو جاتا ہے۔ حکم متعیّن ہو جانے سے ہی ایک مکلّف اپنے دینی واجبات ادا کرتا ہے۔

''سُنَّۃٌ'' کی لغوی تعریف:

جمال الدین ابن منظورؒ (م-۷۱۱ھ) نے لفظ سُنَّۃٌ کے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ و السنّة السيرة حسنة كانت أو قبيحة: سنّت سے مراد سیرت اور طرزِ زندگی ہے، خواہ یہ انسانی سیرت اپنے اعمال وافعال کے اعتبار سے اچھی ہو یا بُری۔

صورت، شکل اور چہرہ کو بھی سنّت کہا جاتا ہے، خواہ یہ صورت، شکل اور چہرہ اچھا ہو یا بُرا۔ مخروطی یا کتابی چہرے والے شخص کو مسنون الوجہ کہا جاتا ہے۔ و فی الحديث انه حض على الصدقة فقام الرجل قبيح السنّة: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ وخیرات کرنے پر ابھارا تو بُری صورت والا ایک شخص کھڑا ہو گیا۔

و هو طريق سنّه اوائل الناس فصار مسلكا لمن بعدهم: سنّت ایسا راستہ ہے جس پر پہلے زمانہ کے لوگ چلے اور وہ بعد والوں کے لیے مسلک یعنی چلنے کا راستہ بن گیا۔

السنّة الطريقة المحمودة المستقيمة: سنّت اس طریقے اور راستے کو بھی کہتے ہیں جو محمود ومستقیم ہو یعنی جس طریقے اور راستے کی مدح وستائش کی گئی ہو اور جو بالکل سیدھا ہو۔ اسی لیے بولا جاتا ہے: فلان من اهل

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور۔

السنة: فلاں شخص اہل سنّت میں سے ہے یعنی ان لوگوں میں سے ہے جو راہِ مستقیم ومحمود پر گامزن ہیں (۱)۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ لغوی طور پر سنّت ایک انسان کا طرزِ زندگی اور اس کی سیرت ہے۔ سنّت وہ راستہ ہے جس پر انسان اپنی زندگی میں گامزن رہتا ہے۔ سنّت انسانی زندگی کے اعمال وافعال کو ظاہر کرنے والی ایک شکل و صورت ہے۔ سنّت انسانی سیرت کے حسن وقبح دونوں کے خدوخال ظاہر کرتی ہے۔

لفظ سُنَّۃ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے طریقہ، عادت اور اصول کو سنّت کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا﴾

[الأحزاب ۳۳:۶۲]

جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہی دستور و عادت رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، انسان کا ہر عمل خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا سنّت کہلاتا ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ سَنَّ فِی الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَ لَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَّ مَنْ سَنَّ فِی الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَ لَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ“ (۲)

”جس نے اسلام میں اچھے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔ جس نے اسلام میں بُرے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کے برابر اسے گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔“

جس طرح لفظ سُنَّۃ اپنے لغوی معنی میں عمل کے اچھے اور برے ہونے میں کوئی فرق نہیں کرتا اسی طرح وہ فاعل کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے میں بھی کوئی تمیز نہیں کرتا۔ یہ اپنے لغوی معنی میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے اعمال وافعال کے لیے استعمال ہوسکتا ہے، جیسے مسلمانوں کی سنّت، یہود کی سنّت، مسیحیوں کی سنّت اور ہندوؤں کی سنّت وغیرہ۔

امام باقرؒ (م-۱۱۴ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجوس کے بارے میں فرمایا: میں نہیں جانتا کہ ان

سے کیا معاملہ کروں، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ'' (۳)

''آپ ان سے وہی طریقہ برتو جو اہل کتاب سے کرتے ہو۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں، مجوس اور اہل کتاب کے طریقے و دستور کے لیے سنّت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علاوہ خلفاء راشدین مہدیین یعنی رشد و ہدایت یافتہ حکمرانوں کا تعامل بھی سنّت قرار دیا ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نصیحتوں بھرا وعظ فرمایا۔ اسے سن کر ہماری آنکھیں نم اور قلوب دہل گئے۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے، آپ ہمارے لیے کیا فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اور اپنے حکمران کی بات سننے اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں، خواہ تمہارا حکمران ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ ایسے حالات میں تم پر لازم ہے کہ تم میری سنّت اور رشد و ہدایت یافتہ خلفاء کی سنّت کو پکڑو (فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ) اور اسے اپنی داڑھوں سے مضبوطی سے پکڑلو۔ دین میں نئے امور نکالنے سے بچو کیونکہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے'' (۴)

حضرت عمرؓ نے بھی ایک حکمران کا فعل سنّت گردانا ہے۔ لوگ اپنے حکمرانوں کے طرزِ عمل کا اتباع کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے لیے اپنا لباس دھونا ضروری ہو گیا تھا۔ آپ انہیں دھونے لگے تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: آپ اپنا لباس چھوڑ دیں اسے دھو دیا جائے گا، ہمارے پاس کپڑے ہیں آپ ان میں سے ایک پہن لیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ سے فرمایا: اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ سب لوگوں کے پاس کپڑے ہوں گے؟ اللہ کی قسم! اگر میں ایسا کروں تو یہ سنّت ہو جائے گا (وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتُهَا لَكَانَتْ سُنَّةً)۔

بلکہ مجھے جہاں نجاست معلوم ہوتی ہے وہ جگہ دھولوں گا اور جہاں نجاست معلوم نہیں ہوتی وہاں پانی چھڑک دیتا ہوں (۵)۔

سُنَّۃٌ کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں سُنَّۃٌ کی ایک سے زائد تعریفیں کی گئی ہیں۔محدثین کے نزدیک سنّت کا معنی ومفہوم اور ہے، فقہاء کے ہاں اس کی تعریف اور ہے اور اصولیین اس سے اور مراد لیتے ہیں۔سنّت کے معنی ومفہوم میں ماہرین کا یہ اختلاف ان کے اختلافِ فنون کی وجہ سے ہے۔

محدّثین کی تعریف:

محدثین کے ہاں سُنَّۃٌ کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

''ما أثر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم من قول أو فعل أو تقریر أو صفۃ خلقیۃ أو سیر ۃ، سواء أکان قبل البعثۃ أم بعدھا ۔ و ھی مرادفۃ للحدیث عند الأکثر''(۲)

'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وصفات یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے جو کچھ بھی نقل ہو وہ سنّت ہے، خواہ یہ قول، فعل یا تقریر بعثت سے پہلے زمانے کا ہو یا اس کے بعد کا۔اکثر محدثین کے نزدیک سنّت حدیث کا مترادف ہے۔''

محدثین نے سنّت کے معنی ومفہوم کو وسعت دی ہے۔انہوں نے ہر وہ چیز سنّت میں شمار کی ہے جو کسی بھی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ کیا وہ سب سنّت ہے۔اگر کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی، مسکراہٹ یا اظہارِ پسندیدگی سے اس بات یا کام کو تائید نبوی حاصل ہوگئی تو یہ تقریر ہے اور سنّت میں داخل ہے۔اس کے علاوہ محدثین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کو بھی سنّت ہی شمار کرتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا، بیٹھنا، چلنا، سونا وغیرہ سب کچھ سنّت ہیں۔سنّت کا دائرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مبارکہ پر محیط ہے۔بعثت سے پہلے کی زندگی بھی سنّت ہے اور بعثت کے بعد والی بھی۔یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ بیداری والی زندگی بھی سنّت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ نیند وخواب والی زندگی کی تمام کیفیات بھی سنّت ہی میں داخل ہیں (۷)۔

فقہاء کی تعریف:

فقہاء نے سُنَّةٌ کی یہ تعریف کی ہے:

''ما یثاب علیها و لا یعاقب تارکها''(۸)

جس کے کرنے پر فاعل کوثواب اور جس کے نہ کرنے پر تارک پر کوئی سزا و گناہ نہ ہو۔

اس کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

''الفعل الذی دل الخطاب علی طلبه طلبا غیر جازم''(۹)

''وہ فعل جس کے کرنے کا مطالبہ شارع نے کیا تو ہے لیکن وہ مطالبہ لازمی اور قطعی نہیں طور پر ہے۔''

فقہاء کے نزدیک سنّت کا اطلاق ان عبادات اور افعال پر ہوتا ہے جو فرض یا واجب نہیں ہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عبادت یا فعل سنّت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع نے مکلّف سے اس کے کرنے کا لازمی مطالبہ نہیں کیا اور یہ فرض یا واجب کے درجہ پر نہیں ہے بلکہ مندوب ہے۔ سنّت پر عمل کرنے والے کے لیے اجر و ثواب ہے۔

مثلاً وضو میں چہرے کو ایک بار دھونا، دونوں ہاتھوں کو ایک بار دھونا، سر کا مسح اور دونوں پاؤں کو ایک بار دھونا فرض ہے۔ یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

﴿یَآ یُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَ اَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَا مۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ﴾ [المائدة ۵:۶]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو، اور اپنے سروں کا مسح کرلیا کرو، اور اپنے پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔''

مندرجہ بالا آیت میں فَاغۡسِلُوۡا امر کا صیغہ ہے۔ مطلق امر کا صیغہ کسی فعل کی محض طلب کے لیے بنایا گیا ہوتا ہے۔ امر کی تعمیل کے لیے فعل کا محض ایک بار کرنا کافی ہے(۱۰)۔

وضو میں چہرے، دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو تین تین بار دھونا سنّت ہے۔ شارع نے ان اعضاء کو ایک بار ایک دھونے کا مطالبہ تو لازمی طور پر کیا ہے مگر انہیں تین تین بار دھونے کا لازمی مطالبہ نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

''تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً وَاحِدَةً فَقَالَ: هٰذَا وُضُوءُ مَنۡ لَا يَقۡبَلُ اللّٰهُ مِنۡهُ صَلٰوةً إِلَّا بِهِ۔ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثِنۡتَيۡنِ ثِنۡتَيۡنِ فَقَالَ: هٰذَا وُضُوءُ الۡقَدۡرِ مِنَ الۡوُضُوءِ۔ وَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا وَ قَالَ: هٰذَا أَسۡبَغُ الۡوُضُوءِ وَ هُوَ وُضُوئِي وَ وُضُوءُ خَلِيلِ اللّٰهِ إِبۡرَاهِيمَ۔

مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ قَالَ عِنْدَ فَرَاغِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ فُتِحَ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَآءَ" (۱۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ایک ایک بار اعضاء دھوئے اور فرمایا: یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار اعضاء دھوئے اور فرمایا: یہ متوسط درجہ کا وضو ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اعضاء دھوئے اور فرمایا: یہ پورا وضو ہے اور یہ میرا وضو ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وضو ہے۔ جس نے ایسا وضو کیا اور پھر وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل گئے، وہ جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو جائے۔"

اصولیین کی تعریف:

علمائے اصول سُنَّۃ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"ما صدر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول أو فعل أو تقریر" (۱۲)

"جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر سے صادر ہو سنّت ہے۔"

مالکی فقیہ اصولی ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے سنّت کی تعریف یوں کی ہے:

"یطلق لفظ السنّة علی ما جاء منقولا عن النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم علی الخصوص، مما لم ینص علیه فی الکتاب العزیز، بل إنما نص علیه من جهته علیه الصلاة و السلام، کان بیانا لما فی الکتاب أولا" (۱۳)

"لفظ سنّت کا اطلاق ہر اس چیز پر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو، خاص طور پر وہ امور جن سے متعلق قرآن مجید میں کوئی منصوص حکم نہ ہو، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہوں، خواہ وہ قرآن کی کسی آیت کا بیان ہو یا نہ ہو۔"

اصولیین کی رائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان فرمایا، جو افعال سرانجام دیئے اور اگر کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا، یا اس پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں داخل ہے۔

امام شاطبیؒ (م-۷۹۰ھ) جو مالکی مذہب کے ایک بڑے اصولی ہیں انہوں نے احکام میں تعامل صحابہؓ کو بھی سنّت کہا ہے۔ ان کے مطابق:

"سنّة الصحابة رضی اللہ عنهم سنّة يعمل عليها و يرجع إليها" (۱۴)

سنّتِ صحابہؓ بھی سنّت کی ایک قسم ہے، اس پر عمل اور اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ کی سنّت کو سنّتِ نبوی قرار دیا گیا ہے۔ الموافقات کے شارح علامہ عبداللہ دراز نے امام شاطبیؒ کے قول سنّة الصحابة رضی اللہ عنهم سنّة کی شرح میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کی سنّت سے مراد عملی سنّت ہے۔ یعنی صحابہؓ نے کوئی عمل کیا اور اس کے موافق یا مخالف کوئی سنّتِ نبوی منقول نہ ہو تو ہم یہ عملِ صحابی سنّتِ نبوی میں شمار کریں گے اور اس کی اقتداء کریں گے (۱۵)۔

لفظ سُنَّةٌ کا تشریعی تعیّن:

ذخیرہ احادیث کی روایات میں لفظ سُنَّةٌ متعدد بار آیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے کئی روایات میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ان میں کچھ ایسی ہیں جن میں لفظ سنّت کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ بعض روایات میں راوی نے لفظ سنّت کی اضافت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور نہ ہی کسی اور کی طرف بلکہ یہ لفظ مطلق استعمال کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی طرف اضافت کے ساتھ لفظ سنّت:

جن روایات میں لفظ سنّت کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے وہاں یہ اضافت دو طرح سے پائی جاتی ہے:

۱۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سنّت کو اپنی طرف منسوب کیا، مثلاً:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي ؟ یعنی کیا تم نے میری سنّت چھوڑ دی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! بلکہ میں تو آپ ہی کی سنّت تلاش کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سوتا بھی ہو، نماز بھی پڑھتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس اے عثمان! اللہ سے ڈرو، تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا تم پر حق ہے۔ پس تم کبھی روزہ رکھو اور کبھی روزہ نہ رکھو، اور کبھی نماز پڑھو اور کبھی سویا بھی کرو (۱۶)۔

۲۔ صحابی راوی نے لفظ سنّت کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی، مثلاً:

امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہریؒ (م ۱۲۳ھ) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ (م ۱۰۷ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

"أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ یعنی کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کافی نہیں ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص حج سے روک دیا جائے تو وہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کرے۔ پھر حالت احرام سے باہر آ جائے یہاں تک کہ دوسرے سال حج کرے اور قربانی کا جانور بھیجے۔ اگر قربانی کا جانور نہ ملے تو روزے رکھے" (۱۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"لاَ تُفْسِدُوْا عَلَيْنَا سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا" (۱۸)

"تم ہمارے اوپر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مت بگاڑو۔ ام الولد کی عدّت چار ماہ دس دن ہے۔"

روایات میں بعض صورتیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ راوی صحابی نے پہلے تو مطلق لفظ السُّنَّةُ استعمال کیا۔ پھر خود ہی اس لفظ کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے لفظ کا تعین کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (م ۱۰۶ھ) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایڑیوں پر سرین رکھ کر بیٹھنے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"هِيَ السُّنَّةُ یعنی یہ تو سنّت ہے۔ ہم نے کہا: ہم تو اسے آدمی کے پاؤں پر ستم سمجھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی بلکہ یہ تو تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مبارکہ ہے" (۱۹)

مندرجہ بالا تینوں روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لفظ سنّت کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے۔ پہلی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔ دوسری روایت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ استعمال کیے: سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تیسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے الفاظ استعمال کیے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سنّت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنّت ہے اور ایسی روایات مرفوع کے حکم میں ہیں۔ جب سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل و روایت صحیح ثابت ہو جائے تو ایسی سنّت کا اتباع واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اس امر پر اجماع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کا اتباع واجب ہے (۲۰)۔

لفظ سُنَّۃٌ کا مطلق استعمال:

روایات میں لفظ سنّت مطلق بھی استعمال ہوا ہے۔ اس کی اضافت نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے اور نہ ہی کسی اور کی طرف اور نہ ہی اسے کسی قید سے مقیّد کیا گیا ہے۔ راویوں خاص طور پر صحابہ کرامؓ نے اپنی روایات میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے۔ مثلاً:

مثلاً حضرت علیؓ کا قول ہے:

"إنَّ مِنَ السُّنَّةِ أن يمشي إلى العيد" (۲۱)

"بے شک سنّت میں سے ہے کہ آدمی نمازِ عید کے لیے پیدل چل کر جائے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

"مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخفي التشهد" (۲۲)

"سنّت میں سے ہے کہ تشہد چپکے سے پڑھا جائے۔"

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباسؓ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی تو انہوں نے پہلے سورت الفاتحہ پڑھی، پھر کوئی سورت پڑھی اور یہ بلند آواز سے پڑھی کہ ہم نے سنا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس سے متعلق ان سے پوچھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"سُنَّةٌ وَّ حَقٌّ" (۲۳) یہ سنّت اور حق ہے۔

حضرت ثعلبہ بن زہدمؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابومسعودؓ کو لوگوں کا حاکم مقرر کیا تو وہ عید کے دن نکلے اور فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُّصَلَّى قَبْلَ الإِمَامِ" (۲۴)

"اے لوگو! امام سے پہلے نماز پڑھنا سنّت نہیں ہے۔"

کیا ایسی صورت میں جب لفظ سُنَّۃٌ مطلق استعمال ہو تو اس سے سنّتِ نبوی مراد لیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں:

اصولیین کا پہلا گروہ:

علمائے اصول کا پہلا گروہ جس میں حنفی، شافعی اور ظاہری اصولیین شامل ہیں، ان کا موقف ہے کہ مطلق لفظ سُنَّۃٌ سے مراد سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔

حنفی اصولیین مثلاً ابوالحسن عبیداللہ الحسین بن دلال کرخیؒ (م-۳۴۰ھ)، ابوبکر احمد بن علی جصاص (م-۳۷۰ھ)، ابو

زید عبداللہ بن عیسیٰ دبوسیؒ (م-۴۳۰ھ)، ابوالحسن علی بن محمد بن الحسین بزدویؒ (م-۴۸۲ھ) اور محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسیؒ (م-۴۹۰ھ) کے نزدیک اگر لفظ سُنَّۃٌ مطلق آئے تو اسے سنّتِ نبوی پر محمول نہیں کیا جائے گا اور ایسا قول مسند نہیں ہے (۲۵)۔

شافعی اصولیین میں سے ابوبکر محمد بن عبداللہ صیرفیؒ (م-۳۳۰ھ) کے نزدیک ایسے قول کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے۔ ابوبکر احمد بن اسماعیل اسماعیلیؒ (م-۳۷۰ھ) اس قول پر موقوف کا حکم لگاتے ہیں۔ ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ جوینیؒ (م-۴۷۸ھ) نے بیان کیا ہے کہ محققین نے سُنَّۃٌ کو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر محمول کرنے سے انکار کیا ہے (۲۶)۔

ظاہری امام ابومحمد علی بن احمد بن سعید ابن حزمؒ (م-۴۵۶ھ) نے ایسے قولِ صحابی کو مسند نہیں کہا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قطعی قرار نہیں دیا ہے (۲۷)۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اور ابوبکر محمد بن الحسن بن فورکؒ (م-۴۰۶ھ) کے مطابق امام شافعیؒ (م-۲۰۴ھ) کا قولِ جدید یہ ہے کہ مطلق سُنَّۃٌ سے مراد سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اور یہ مرفوع نہیں ہے (۲۸)۔

ان اصولیین نے اپنے موقف کی تائید میں جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ لفظ سُنَّۃٌ سے شرعاً وہ طریقہ مراد ہے جس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ چلے۔ سُنَّۃٌ کا حکم یہ ہے کہ اس کا اتباع کیا جاتا ہے۔ یہ دلیل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول اور فعل سے دین کے جس راستے پر چلے وہ واجب الاتباع ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کے راستہ اور طریق کا بھی اتباع کیا جائے گا۔ لیکن مطلق سُنَّۃٌ سے کوئی اتباع فرض یا واجب نہیں ہوتا۔ ایسا اتباع اپنے اندر فرضیت یا وجوب کا وصف نہیں رکھتا ہے۔

۲۔ مطلق لفظ سُنَّۃٌ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ سنّتِ نبوی اور غیر نبی کی سنّت، دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اس کا ثبوت احادیثِ نبوی کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی ملتا ہے۔

مثلاً حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِين" (۲۹)

''پس تم پر میری سنّت اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ کی سنّت لازم ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے سنّت کا لفظ استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ لفظ خلفائے راشدین مہدیین کے لیے بھی استعمال فرمایا ہے۔

ابن ابی لیلیٰؒ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ مَعَاذاً قَدْ سَنّ لَكُم سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا'' (۳۰)

''معاذؓ نے تمہارے لیے ایک سنّت جاری کردی ہے لہذا تم بھی اسی طرح کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روایت میں اپنے ایک صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کا فعل بھی سنّت قرار دیا ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ سَنَّ فِی الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَّمَنْ سَنَّ فِی الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ"(۳۱)

''جس نے اسلام میں اچھے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔ جس نے اسلام میں بُرے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کے برابر اسے گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا حدیث میں ایک شخص کے عمل کو بھی سنّت کہا ہے خواہ وہ شخص اچھا کام کرے یا برا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

"جلد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اربعین و جلد ابوبکر رضی اللّٰه تعالٰی عنه اربعین وعمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه ثمانین و کل سنّة و هذا أحب اليّ" (۳۲)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے، حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے اور حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے لگائے اور یہ سب سنّت ہیں اور یہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تینوں کے افعال کے لیے سنّت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شرب خمر کے جرم میں سزا کے طور پر شارب خمر کو چالیس کوڑے لگانے کا فعل سنّت ہے۔ شارب خمر کو چالیس کوڑے لگانے کا حضرت ابوبکرؓ کا فعل بھی سنّت اور پھر جب حضرت عمرؓ نے اس جرم پر اسّی کوڑے لگائے تو حضرت علیؓ نے یہ فعل بھی سنّت قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے لگائے اور آپ کا فعل سنّتِ نبوی سے مختلف ہوگیا مگر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے فعل کو بھی سنّت کا نام

دیا۔ شربِ خمر پر چالیس کوڑے لگانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی سنّت اور اسّی کوڑے لگانا حضرت عمرؓ کی سنّت ہے۔ یوں اس روایت میں مختلف شخصیات کے مختلف افعال کو سنّت قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کی عادت سے یہ ظاہر ہے کہ جب وہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرتے تو لفظ سنّت کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے اسے مقیّد کر دیتے تھے۔ مثلاً ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے صُبّی بن معبد کو فرمایا: ھُدِیتَ لِسُنَّةِ نبیک (۳۳) یعنی تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت بتائی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اس قول میں لفظ سنّت کو مطلق بیان کرنے کے بجائے اس کی اضافت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے اسے مقیّد کر دیا ہے۔

۴۔ لفظ سُنَّةٌ کے مطلق استعمال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کرامؓ کی جانب اس کی اضافت کی ہے۔ اس لیے کہ روایات میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علاوہ دوسرے افراد کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جب لفظ سُنَّةٌ کے مراد و معنی میں تردد اور شک ہو تو اسے حجت قرار دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

۵۔ لفظ سُنَّةٌ سے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مراد لی جاتی ہے جب کوئی ایسی دلیل موجود ہو جو یہ بتلائے کہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہی مراد ہے، کسی غیر نبی کی سنّت مراد نہیں ہے۔ مطلق لفظ سُنَّةٌ کو بلا دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقیّد کرنا درست نہیں ہے۔

۶۔ علمائے سلف سُنَّةٌ کا اطلاق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طریق پر بھی کیا کرتے تھے۔

۷۔ اگر مطلق لفظ سُنَّةٌ سے صحابی کی مراد سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ مرفوع ہے تو پھر صحابی کا قول یوں ہوتا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نہ کہ السُّنَّةُ یا مِنَ السُّنَّةِ وغیرہ۔

اصولیین کا دوسرا گروہ:

علمائے اصول کا دوسرا گروہ جو کہ جمہور اصولیین پر مشتمل ہے وہ مطلق لفظ سُنَّةٌ کو مسند مرفوع قرار دیتے اور اس سے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ عبدالعزیز بخاری حنفی (م-۷۳۰ھ) نے کہا ہے کہ ہمارے عام متقدمین اصحاب، اصحابِ شافعی اور جمہور اصحابِ حدیث لفظ سُنَّةٌ کو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر محمول کرتے ہیں (۳۴)۔ علاء الدین سمرقندی حنفی (م-۵۳۹ھ) کا بھی یہی موقف ہے (۳۵)۔

مالکی (۳۶)، شافعی (۳۷) اور حنبلی اصولیین (۳۸)، علمائے حدیث (۳۹) اور ابوالحسین محمد بن علیؒ بصری معتزلی (م-۴۳۶ھ) (۴۰) بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔

عثمان بن عمرو ابن حاجبؒ مالکی (م-۶۴۶ھ)، سیف الدین علی بن ابی علی بن محمد آمدیؒ شافعی (م-۶۳۱ھ)، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ شافعی (م-۶۷۶ھ) اور ابوعبداللہ محمد بن علی شوکانیؒ (م-۱۲۵۰ھ) وغیرہ نے اسے جمہور کا مذہب قرار دیا ہے (۴۱)۔

ابوالمظفر منصور بن محمد سمعانیؒ شافعی (م-۴۸۹ھ)، ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلوذانیؒ حنبلی (م-۵۱۰ھ)، سیف الدین آمدیؒ شافعی، تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ شافعی (م-۷۷۱ھ) اور محمد بن اسماعیل صنعانیؒ (م-۱۱۸۲ھ) وغیرہ نے اسے امام شافعیؒ (م-۲۰۴ھ) کا مذہب کہا ہے (۴۲)۔

مشہور محدث ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (م-۴۰۵ھ) کے نزدیک اگر مطلق لفظ سُنَّۃ کا قول کسی ایسے صحابی کا ہے جو صحبتِ نبوی میں مشہور ہو تو پھر ایسا قول مسند ہے (۴۳)۔

امام مالک بن انسؒ (م-۱۷۹ھ) کی کتاب الموطا کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام مالکؒ نے لفظ سُنَّۃ کا دائرہ اپنے شہر مدینہ کے اہل علم تک وسیع کر دیا تھا۔ وہ اس کا اطلاق نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور صحابہ کرامؓ کی سنّت پر کرتے بلکہ وہ اپنے عہد تک مدینہ کے تمام اہل علم پر بھی سنّت کا اطلاق کرتے تھے۔ اس کا اظہار امام مالکؒ کی کتاب الموطا میں جا بجا ملتا ہے۔

امام مالکؒ کا قول ہے:

"ہمارے نزدیک سنّت یہ ہے کہ جب امام خطبہ شروع کرے تو سب لوگ امام کی جانب اپنا رخ کر کے بیٹھ جائیں خواہ وہ قبلہ کی طرف ہوں یا کسی اور جانب" (۴۴)

امام مالکؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک سنّت یہ ہے اور اسی پر ہم نے اپنے شہر کے اہل علم کو پایا کہ زکوۃ وصول کرتے وقت مسلمانوں پر تنگی نہ کی جائے اور جو وہ دیں لے لیا جائے" (۴۵)

امام مالکؒ ہی کے بارے میں ہے کہ:

"انہوں نے اپنے کئی علماء سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج کے دن تک عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اذان اور اقامت نہیں تھی۔ اس کے بعد امام مالکؒ فرماتے ہیں: یہ سنّت ہے (وتلک السُّنَّۃُ) جس کے بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے" (۴۶)

اوپر الموطا سے دی گئی چند مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام مالکؒ یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک سنّت یہ ہے اور اسی پر ہم نے اپنے شہر کے اہل علم کو پایا" اور "اپنے کئی علماء سے یہ سنا" اور "یہ سنّت ہے (وتلک السُّنَّۃُ)

جس کے بارے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں'' ۔ایسے ہی اقوال کے بارے میں امام مالکؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا تھا جسے مالکی فقیہ قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاضؒ (م۵۴۴ھ) نے نقل کیا ہے:

''امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کتاب میں آپ کے قول **الأمر المجتمع علیه عندنا** (ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے) اور **ببلدنا** (ہمارے شہر میں) اور **ادرکت اھل العلم** (میں نے اہل علم کو پایا) اور **سمعت بعض اھل العلم** (میں نے کچھ اہل علم سے سنا) سے کیا مراد ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا: اس کتاب میں زیادہ تر جو میری رائے ہے وہ بخدا میری رائے نہیں ہے بلکہ یہ وہ رائے ہے جسے میں نے اہلِ علم وفضل میں سے ایک سے زیادہ لوگوں سے سنا ہے اور جو ائمہ مقتدیٰ تھے ان سے میں نے حاصل کیا ہے۔ یہ لوگ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ وہ مجھ سے ملے، میں نے اپنی رائے بیان کی۔ ان کی رائے صحابہؓ کی رائے کے مانند تھی جس پر انہوں نے صحابہؓ کو پایا اور میں نے ان کو اس پر عمل کرتے ہوئے پایا۔ پس یہ ورثہ ہے جس کے وہ ہر زمانہ میں وارث ہوتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ورثہ ہمارے زمانہ میں ہمیں ملا۔ پس یہ رائے اس جماعت کی رائے ہے جو ائمہ میں سے ہم سے پہلے ہوگزرے ہیں۔ اس میں جو کچھ **الأمر المجتمع علیه** ہے، یہ وہ ہے جس پر اہلِ فقہ وعلم کا اجماع ہوا۔ انہوں نے اس میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ میں نے جو یہ بات کہی ہے **الأمر عندنا** تو یہ وہ ہے جس پر ہمارے ہاں لوگوں نے عمل کیا ہے، جس پر احکام جاری ہوئے ہیں اور جسے عالم وجاہل سب جانتے ہیں۔ اسی طرح میں نے یہ کہا ہے **ببلدنا** یا یہ کہا ہے **بعض اھل العلم** تو یہ وہ چیز ہے جسے میں نے علماء کے قول میں مستحسن سمجھا ہے۔ جو کچھ میں نے ان علماء سے نہیں سنا تو میں نے اس میں اجتہاد کیا ہے۔ میں نے جن سے حاصل کیا ان کے مذہب کے موافق غور وفکر کیا، یہاں تک کہ وہ بات بالکل حق یا حق کے قریب معلوم ہوئی۔ لیکن میں مذہب اہلِ مدینہ اور ان کی آراء سے باہر نہیں گیا، اگرچہ میں نے اسے بعینہٖ نہیں سنا۔ پس میں نے اجتہاد کے بعد اپنی رائے کو سنّت اور جس پر مقتدیٰ اہلِ علم کا عمل رہا، اس کے ساتھ منسوب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ راشدین کے زمانہ سے آج تک ہمارے ہاں ان باتوں پر عمل ہے۔ یہ ان کی آراء ہیں اور میں نے ان کی آراء سے باہر نکل کر دوسروں سے نہیں لیا'' (۴۷)

جمہور علماء کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ لفظ کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا۔ سنّت کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا سُنَّۃٌ سے صحابی کی مراد سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس قول سے غیر نبی کو مراد لینے کا احتمال بعید ہے۔ لفظ کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا، احتمال پر نہیں۔

۲۔ جب سُـنَّـۃٌ مطلق کہا جائے گا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہی مراد لی جائے گی۔ جیسے اگر کوئی شخص یہ کہے: ھذا الفعل طاعۃ تو اس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سمجھی جائے گی، اگرچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں مثلاً خلفائے راشدین اور حکمرانوں کی اطاعت جائز ہے۔

۳۔ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے اور سنّتِ خلفائے راشدین اس کے تابع ہے۔ صحابی کا مقصد و مراد شریعت کو بیان اور نقل کرنا ہے۔ صحابی نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے اسے اصل کی طرف راجع کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اسے فرع کی طرف لوٹایا جائے۔

۴۔ سنّت کا لفظ دلیل قائم کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور دلیل سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ سنّتِ خلفائے راشدین اگرچہ حجت ہے اور لفظ سُـنَّـۃٌ اسے شامل کرتا ہے لیکن سنّتِ خلفائے راشدین کے حجت ہونے میں اختلاف اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت پر اتفاق ہے۔ لہٰذا قولِ صحابی سُـنَّـۃٌ کو اس چیز پر محمول کرنا جس میں کوئی اختلاف نہیں، زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الْمَھْدِیِّین الرَّاشِدِین، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ سُنَّۃٌ مقیّد استعمال ہوا ہے اور خلفائے راشدین کی طرف اس کی اضافت کی گئی ہے۔ جب کہ یہاں سوال مطلق لفظ سُـنَّـۃٌ کا ہے۔ مطلق کا حکم مقیّد کے مطابق نہیں ہوتا۔ مقیّد لفظ سُنَّۃٌ کا غیر نبی پر اطلاق کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ مطلق سُنَّۃٌ سے غیر نبی کی سنّت مراد نہیں لی جائے گی۔

حدیث إنَّ مـعـاذاً قَدْ سَنّ لکم سُنَّۃً کَذٰلِکَ فَافْعَلُوْا میں بھی سُنَّۃٌ مقیّد ہے۔ جن روایات میں اسے غیر نبی سے مقیّد کیا گیا ہے وہاں یہ تعیّن ہو گیا ہے کہ سنّت کی اضافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے۔

۶۔ شربِ خمر پر کوڑوں کی تعداد سے متعلق حضرت علیؓ کا قول وکل سنّۃ میں سنّت سے حضرت علیؓ کی مراد سنّتِ نبوی ہے۔ چالیس کوڑے سنّتِ نبوی ہے۔ چالیس سے زیادہ کوڑے تعزیر ہے جسے حضرت عمرؓ نے واجب کیا کیونکہ شراب نوشی افتری بازی کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا تھا:

”فإنه اذا شَرِبَ سَكِرَ واذا سكر هذی و اذا هذی افتری“ (۴۸)

”جب آدمی شراب پیئے گا تو مست ہو جائے گا اور جب مست ہو گا تو واہیات بکے گا اور جب واہیات بکے گا تو افترا بازی بھی کرے گا۔“

مزید یہ کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں حدِ زنا اور حدِ قذف کی طرح شرب خمر پر کوڑوں کی تعداد مقرر فرمائی ہو۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شراب نوشی پر اسّی کوڑوں کا فتویٰ دیا۔ لہذا حضرت علیؓ کے قول و کل سُنَّۃٌ کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر کوئی اس کی مقدار کے تعیین میں ضرب کی ان اقسام کی طرف گیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مقیّد ہے (۴۹)۔

۷۔ صحابہ کرامؓ السُّنَّۃُ یا مِنَ السُّنَّۃِ وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ وہ احتیاطاً اور کسی غلطی سے بچنے کے لیے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے قطعی الفاظ ترک کر دیتے تھے۔

علماء کے مندرجہ دونوں گروہوں کے دلائل کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صحابی کی روایت میں لفظ سُـنَّۃٌ مطلق استعمال ہو تو اس سے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینے اور اسے مسند اور مرفوع قرار دینے میں جمہور علماء کا موقف راجح ہے۔ مطلق لفظ سُـنَّۃٌ کو بلا دلیل اور محض احتمال پر غیر نبی کی طرف اضافت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی غیر نبی کی طرف اضافت کے لیے دلیل اور قرینہ چاہیے۔ مخالفین نے اپنی تائید میں جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں سُـنَّۃٌ کی اضافت غیر نبی کی طرف پائی جاتی ہے کیونکہ وہاں اس کی دلیل موجود ہے اور اس اضافت کی وجہ سے وہ لفظ مطلق نہ رہا بلکہ مقیّد ہو گیا۔ لیکن مطلق لفظ السُّـنَّۃُ کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے اس سے سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا راجح ہے۔

اس دلیل میں وزن ہے کہ صحابہ کرامؓ احتیاط سے کام لیتے ہوئے اور کسی غلطی سے بچنے کے لیے قـال رسـول الـلّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے قطعی الفاظ ترک کر دیتے اور سُنَّۃٌ کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اس کی مثالیں ذخیرہ احادیث سے ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: لَوْ شِـئْـتَ أَنْ أَقُوْلَ قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یعنی اگر تم چاہو تو میں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن انہوں نے یہ فرمایا کہ سنّت یہ ہے (وَ لٰـکِـنَّـہُ قَـالَ السُّنَّۃُ) کہ جب آدمی اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے کسی باکرہ سے شادی کرے تو اس کے پاس سات روز تک اور اگر اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے کسی بیوہ سے شادی کرے تو اس کے پاس تین دن تک رہے (۵۰)۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم (م۷۱۱ھ)،لسان العرب ۲۲۴/۱۳،۲۲۶، دارالصادر، بیروت لبنان

۲۔ مسلم بن الحجاج (م۲۶۱ھ)،صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة أو سيئة ۲۰۵۹/۴-۲۰۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۹۷۲ء

۳۔ مالک بن انسؒ، امام (م-۱۷۹ھ)،الموطا، کتاب الزکوة، باب جزیة اهل الکتاب و المجوس، ص ۲۲٤، منشورات دارالافاق الجدیدة، بیروت لبنان ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳

۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث (م-۲۷۵ھ)، سنن ابی داؤد، کتاب السنّة،باب فی لزوم السنّة ٤/۲۰۰، ۲۰۱، دارالفکر، بیروت لبنان

۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو: الموطا، کتاب الصلوة، باب اعادة الجنب الصلوة و غسله اذا صلی ولم یذکر و غسله ثوبه، ص ۵۸

۶۔ محمد مصطفیٰ الأعظمی الدکتور، دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینة، ص ۱، مطابع جامع الریاض

۷۔ ملاعلی قاری (م۱۰۱۴ھ)،شرح نخبة الفکر فی مصطلحات اهل الأثر ،ص۱۵۴، قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی

۸۔ البردیسی ،محمد زکریا، اصول الفقه، ص ۱۹۳، دارالثقافة للنشر و التوزیع ۱۹۸۳ء

۹۔ حوالہ بالا ص۱۹۳

۱۰۔ سرخسی ،ابوبکر محمد بن احمد (م-۴۹۰ھ)،اصول السرخسی ص ۲۰، دارالمعارف النعمانیة، المکتبة المدنیة، اردو بازار لاهور ،محمد ادیب صالح، تفسیر النصوص فی الفقه الإسلامی ص ۷۹۹، مطبعة جامعة دمشق ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء،شوکانی ،محمد بن علی بن محمد (م۹۱۱ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الأصول ص ۱٤۷، دارلکتب العلمية، بیروت لبنان ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۱۱۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید (م۲۷۳ھ)،سنن ابن ماجه، ابواب الطهارة و سننها، باب ماجآء فی الوضوء مرة و مرتین و ثلاثا، ۸۱/۱، شرکة الطباعة العربیة السعودیة ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

۱۲۔ اصول الفقہ ،ص۱۹۳۔خلاّف، عبدالوهاب،علم اصول الفقه ،ص۳۶، دارالقلم کویت ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۱۳۔ شاطبی ،ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ مالکی (م۷۹۰ھ)،الموافقات فی اصول الشریعة ۳/۴، شارح عبداللّٰه دراز، المکتبة التجاریة الکبریٰ بأول شارع محمد علی مصر،طبع دوم ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

۱۴۔ حوالہ بالا ۷۹/۴

۱۵۔ حوالہ بالا (حاشیہ) ۷۹/۴

۱۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یؤمر به من القصد فی الصلاة، ۴۸/۲

۱۷۔ بخاری ،محمد بن اسماعیل (م-۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، ابواب العمرة، باب الإحصار فی الحج

۱۸۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب عدة ام الولد، ۳۸۶/۱

۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب جواز الإقعاء علی العقبین، ۳۸۱/۱
۲۰۔ علم اصول الفقہ ص ۳۸
۲۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الخروج إلی العید ماشیًا، ۲۳۶/۱
۲۲۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، جامع ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء انہ یخفی التشھد ۱۴۲/۱، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور ۱۹۸۸ء
۲۳۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (م۳۰۳ھ)، سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الدعاء، ۶۰۷/۱، دار الاشاعت کراچی
۲۴۔ نسائی (م۳۰۳ھ)، سنن النسائی، کتاب صلوۃ العیدین، باب الصلوۃ قبل الإمام یوم العید، ۱۸۲،۱۸۱/۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان
۲۵۔ امیر بادشاہ، محمد امین حنفی (م ۹۸۷ھ تقریباً)، تیسیر التحریر شرح علی کتاب التحریر فی أصول الفقہ لإبن الھمام (م-۸۶۱ھ)، ۱۷۰/۳، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ، مصر ۱۳۵۱ھ۔ سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل حنفی (م ۴۵۰ھ)، المحرر فی اصول الفقہ ۸۳/۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی (م ۳۷۰ھ)، اصول الجصاص المسمیٰ الفصول فی الأصول، ۶۴/۲، تحقیق الدکتور محمد محمد تامر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔ عبدالعزیز بخاری حنفی (م ۷۳۰ھ)، کشف الأسرار عن اصول فخر الإسلام البزدوی، ۵۶۴/۲، ۵۲۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
۲۶۔ کلوزانی، ابوالخطاب محفوظ بن احمد بن الحسن حنبلی (م ۵۱۰ھ)، التمھید فی اصول الفقہ، ۱۷۷/۳، مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی+ کلیۃ الشریعۃ و الدراسات الإسلامیۃ، جامعہ ام القریٰ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء)۔ نووی، محی الدین یحیٰ بن شرف شافعی (م ۶۷۶ھ)، المجموع شرح المھذب لأبی اسحاق شیرازی (م۴۷۶ھ) ۵۹/۱، دارالفکر۔ سبکی، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین علی بن عبدالکافی (م۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸۰/۲، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، طبع دوم۔ جوینی، امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف شافعی (م ۴۷۸ھ)، البرھان فی اصول الفقہ ۶۴۹/۱، طبع علی نفقۃ صاحب السمو الشیخ خلیفۃ بن احمد آل ثانی امیر دولۃ قطر ۱۳۹۹ھ
۲۷۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید ظاہری (م ۴۵۶ھ)، الإحکام فی اصول الأحکام، ۷۲/۲، السنّۃ ادارۃ الترجمۃ و التالیف، فیصل آباد پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ
۲۸۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۸۴/۱۔ صنعانی محمد بن اسماعیل الأمیر الحسنی (م ۱۱۸۲ھ)، توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار، ۲۶۶/۱، داراحیاء التراث العربی ۱۳۶۶ھ
۲۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنّۃ، باب فی لزوم السنّۃ، ۲۰۰/۴، ۲۰۱
۳۰۔ حوالہ بالا، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف الاذان ۱۳۹/۱
۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّۃ حسنۃ أو سیئۃ ۲۰۵۹/۴-۲۰۶۰

۳۲۔ حوالہ بالا، کتاب الحدود، باب حد الخمر ۱۳۳۲/۳

۳۳۔ ابن سعد، ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع بصری (م ۲۳۰ ھ)، الطبقات الکبریٰ ۱۴۵/۶، دارصادر، بیروت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

۳۴۔ کشف الأسرار ۵۶۵/۲

۳۵۔ سمرقندی، علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابی احمد حنفی (م ۵۳۹ ھ)، میزان الأصول، ص ۴۴۸، مکتبۃ دارالتراث، قاھرۃ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

۳۶۔ ابن حاجب، جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمرو بن ابی بکر مالکی (م ۶۴۶ ھ)، منتھی الوصول والأمل فی علمی الأصول و الجدل، ص ۸۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۳۷۔ آمدی، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد شافعی (م ۶۳۱ ھ)، الإحکام فی اصول الأحکام، ۳۳۶/۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۳۸۔ التمھید فی اصول الفقہ ۱۷۷/۳۔ ابن عقیل، ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بغدادی حنبلی (م ۵۷۳ ھ)، الواضح فی اصول الفقہ ۲۲۲/۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۳۹۔ ابن الأثیر، ابوالسعادات مبارک بن محمد بن عبدالکریم شافعی (م ۶۰۶ ھ)، جامع الأصول من احادیث الرسول ﷺ، ۵۰/۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری شافعی (م ۶۴۳ ھ)، علوم الحدیث، ص ۴۵، المکتبۃ العلمیۃ، مدینۃ منوّرۃ ۱۹۷۲ء۔ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی شافعی (م ۴۶۳ ھ)، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص ۴۲۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان۔

ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد (م ۸۵۲ ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۲۲۷/۲، المدینۃ الکبریٰ ببولاق مصر المحمیۃ، طبع اوّل ۱۳۰۰ھ + دارالمعرفۃ، بیروت لبنان طبع سوم، نووی، محی الدین یحییٰ بن شرف (م-۶۷۶ ھ)، التقریب للنووی من أصول الحدیث، ص ۶، مکتبہ خاور، مسلم مسجد، لاہور ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۸ء۔ ابن حجر، شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی (م ۸۵۲ ھ)، نزھۃ النظر شرح نُخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر ص ۵۶، المکتبۃ العلمیۃ، مدینۃ منوّرۃ۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن اَبی بکر شافعی (م ۹۱۱ ھ)، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (م ۶۷۶ ھ)، ۱۸۸/۱، دارنشر الکتب الإسلامیۃ، شیش محل روڈ لاہور

۴۰۔ بصری معتزلی، ابوالحسین محمد بن علی الطیّب (م ۴۳۶ ھ)، المعتمد فی اصول الفقہ، ۱۷۴/۲، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۰۳ھ

۴۱۔ منتھیٰ الوصول ص ۸۲۔ آمدی، الإحکام فی اصول الأحکام ۳۳۶/۲۔ تدریب الراوی ۱۸۸/۱۔ ارشاد الفحول ص ۹۳

۴۲۔ سمعانی، ابوالمظفر منظور بن محمد بن عبدالجبار شافعی (م ۴۸۹ ھ)، قواطع الأدلّۃ فی الأصول، ۳۱۴/۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔ التمھید فی اصول الفقہ ۱۷۷/۳ آمدی، الإحکام فی اصول الأحکام ۱۳۷/۲۔ سبکی، شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی شافعی (م ۷۵۶ ھ) وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی (م-۷۷۱ ھ)، الإبھاج

فی شرح المنہاج علی منہاج الوصول علی علم الأصول للبیضاوی (م۶۸۵ھ)،۲/ ۳۲۹،دارالکتب العلمیۃ ، بیروت لبنان ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔ توضیح الأفکار ۱/ ۲۶۶

۴۳۔ حاکم ،ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۲۲،منشورات دارالأفاق الجدیدۃ،بیروت ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۴۴۔ الموطا، کتاب الصلاۃ، باب الھیئۃ و تخطی الرقاب و استقبال الإمام یوم الجمعۃ، ص۱۰۴

۴۵۔ حوالہ بالا، کتاب الزکوۃ، باب النھی عن التضییق علی الناس فی الصدقۃ، ص ۲۱۵

۴۶۔ حوالہ بالا، کتاب الصلاۃ، باب العمل فی غسل العیدین و النداء فیھما و الإقامۃ، ص۱۴۷

۴۷۔ عیاض ،ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض (م۵۴۴ھ)، ترتیب المدارک و تقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک، ۲/۱۹۴، منشورات دارمکتبۃ الحیاۃ ، بیروت + دار مکتبۃ الفکر،طرابلس لیبیا

۴۸۔ الموطا، کتاب الأشربۃ، باب ما جاء فی حد الخمر ص ۷۳۰

۴۹۔ باجی ،ابوالولید سلیمان بن خلف مالکی (م ۴۷۴ھ)،إحکام الفصول فی أحکام الأصول، ص ۳۱۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت،۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۵۰۔ جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی القسمۃ للبکر و الثیب ۱/ ۴۰۷۔۴۰۸